السلام علیکم ورحمة اللہ وبرکاتہ

علمائے دین عقیقہ کے متعلق کیا فرماتے ہیں کہ وہ واجب، سنت یا مستحب ہے اور اس کے کیا کیا احکام ہیں؟ بینوا توجروا

الجواب بعون الوهاب بشرط صحة السؤال

وعلیکم السلام ورحمة اللہ وبرکاتہ!

الحمد للہ، والصلاة والسلام علیٰ رسول اللہ، أما بعد!

جمہور کے نزدیک عقیقہ کرنا سنت ہے واجب نہیں اور امام ابو حنیفہ کے نزدیک مستحب ہے اور بعض کے نزدیک واجب ہے، مگر قول جمہور زیادہ صحیح اور درست ہے، کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عقیقہ کرنا ثابت ہے اور اس کا ترک ثابت نہیں نیز جب وجوب کی کوئی دلیل نہیں تو سنت ہوا۔ اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جو چیز بغیر ترک کے ثابت ہو وہ سنت ہے جب تک کہ وجوب کی کوئی دلیل موجود نہ ہو اور جو حدیث میں بلفظ 'امر' وارد ہے کہ لڑکے کی طرف سے عقیقہ کرو، جیسا کہ حضرت سلمان بن عامر الضبی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

(مع الغلام عقيقة فأهريقوا عنه دما وأميطوا عنه الأذى)

(رواہ الجماعة الا مسلما، کذا فی منتقی الاخبار، صحیح ابن ماجہ البانی 2/206، ترمذی البانی 2/92، ارواء الغلیل حدیث 1171 بیہقی 8/299)

لڑکے کے پیدا ہونے کے ساتھ عقیقہ ہے اس کی طرف سے جانور ذبح کرو اور اس سے ایذا کو (یعنی حجامت وغیرہ بنوا کر) دور کرو۔ مسلم کے علاوہ جماعت نے روایت کیا۔"

یہ امر وجوب کے لئے نہیں ہے کہ اس سے وجوبِ عقیقہ پر دلیل لائی جائے، کیونکہ دوسری حدیث میں ہے (جو آئندہ آئے گی) کہ جو شخص عقیقہ کرنا چاہے کر لے، اس اختیار دینے سے صراحۃ معلوم ہوتا ہے کہ عقیقہ واجب نہیں ہے۔ اس سے لازم آتا ہے کہ حدیث سابق کے امر کے صیغہ کو وجوب پر محمول نہ کیا جائے، تاکہ دونوں حدیثوں میں مطابقت ہو سکے۔

احناف کے نزدیک عقیقہ کا حکم:

امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے کہ عقیقہ مستحب ہے سنت نہیں، مگر یہ استدلال درست نہیں کیونکہ کسی فعل میں شرع کی طرف سے اختیار سنت کے مخالف نہیں، اس لئے کہ سنت میں بھی اختیار حاصل ہوتا ہے، بلکہ مستحب وہ ہے جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی لیا اور کبھی چھوڑا ہو۔ کما لا یخفی علی الماہر بالاصول

قوله "فأهريقوا عنه دما" تمسك بهذا وبقية الاحاديث القائلون بانها واجبة، وهم الظاهرية والحسن بصري، وذهب الجمهور من العترة وغيرهم الى انها سنة وذهب ابو حنيفة الى انها ليست فرضا ولا سنة، وذهب ابو حنيفة الى انها ليست فرضا ولا سنة، وقيل انها عنده تطوع، احتج الجمهور بقوله صلى الله عليه وسلم: من أحب أن ينسك عن ولده, فليفعل، وسيأتي، وذلك يقتضي عدم الوجوب لتفويضه الى الاختيار فيكون قرينة صارفة للاوامر نحوها عن الوجوب والسنية، ولكنه لا يخفى انه لا منافاة بين التفويض الى الاختيار وبين الفعل الذى وقع فيه التفويض سنة) (نيل الاوطار 5/140

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان "فأهريقوا عنه دما" اور دوسری احادیث سے قائلین وجوب نے استدلال لیا ہے اور وہ ظاہری اور حسن بصری ہیں۔ سادات جمہور اور ان کے علاوہ کے نزدیک سنت ہے اور ابو حنیفہ رحمہ اللہ" کے نزدیک نہ فرض ہے نہ سنت اور کہا گیا کہ ان کے نزدیک نفل ہے۔ جمہور نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان "جسے پسند ہو کہ وہ اپنے بچے کی طرف سے ذبح کرے تو وہ کر لے" جو آئندہ آئے گا، اور اختیار دینا عدم وجوب کا متقاضی ہے، سو یہ ایسا قرینہ صارفہ ہے جو اس قسم کے اوامر کو وجوب سے استحباب کی طرف تحویل کر دیتا ہے اور اس حدیث سے عدم وجوب سے سنیت کا استدلال کیا گیا ہے اور یہ بات مخفی نہیں ہے کہ فعل اختیاری اور فعل مسنون میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔" (نیل الاوطار)

عقیقہ کا وقت:

بچہ پیدا ہونے کے ساتویں، چودھویں یا اکیسویں روز عقیقہ کرنا بہتر ہے۔

عن سمرة رضى الله عنه قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: كل غلام رهينة عقيقة تذبح عنه يوم سابعه ويسمى فيه ويحلق راسه۔ رواه الخمسة والترمذى۔ (منتقى الاخبار) ويدل على ذلك ما اخرجه البيهقى عن عبدالله بن بريدة عن ابيه عن النبى صلى الله عليه وسلم قال: العقيقة تذبح لسبع ولاربع عشرة ولاحدى وعشرين ([1]1)

(نیل الاوطار 5/140، ابن ماجہ البانی 2/206، مشکوٰۃ 4153، بیہقی 9/303، ابوداؤد، 2838)

"حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر بچہ اپنے عقیقہ کے ساتھ گروی ہے ساتویں دن اس کی طرف سے (جانور) ذبح کیا جائے گا اس کا نام رکھا جائے اور سر منڈایا جائے۔ اور اسی طرح بیہقی میں عبداللہ بن بریدة اپنے والد کے واسطہ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: عقیقہ کا جانور ساتویں، چودھویں اور اکیسویں دن ذبح کیا جائے۔"

اور اگر اکیسویں دن عدم قدرت یا کسی اور سبب سے نہ کرسکے تو جب قدرت ہو تو کرلے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

لایُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفسًا اِلّا وُسعَہا   ٢٨٦ ... سورۃ البقرۃ

"اللہ تعالیٰ کسی جان کو اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا۔"

اور بلوغت کے بعد والد وغیرہ سے طلب کرنے کا حق حاصل نہیں ہے بلکہ بذاتِ خود اپنی طرف سے کرلے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بعثت کے بعد اپنا عقیقہ کیا ہے، جیسا کہ بیہقی میں ہے:

العقیقۃ سنۃ مؤکدۃ ووقتہا من الولادۃ الی البلوغ ویسقط الطلب عن الأب، والأحسن ان یعق عن نفسہ تدارکا لمافات، والخبر أن النبی صلی اللہ علیہ وسلم عق عن نفسہ بعد النبوۃ، لما رواہ البیہقی، وتکلم بعض العلماء بصحۃ ہذا الخبر، وسبع البدنۃ والبقر کشاۃ۔ (الشرح القویم فی شرح مسائل التعلیم ابن حجر الہیتمی الشافعی، بیہقی 9/300

"عقیقہ سنت مؤکدہ ہے اور اس کا وقت ولادت سے لے کر بالغ ہونے تک ہے اور بلوغت کے بعد باپ سے طلب کرنے کا حق ساقط ہوجائے گا اور بہتر ہوگا کہ جو چھوٹ گیا ہے اس کا تدارک خود اپنی جانب سے عقیقہ سے کرلے۔ اور مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نبوت کے بعد اپنی طرف سے خود عقیقہ کیا تھا (بیہقی) اور بعض علماء نے اس خبر کی صحت پر کلام کیا ہے کہ اونٹ اور گائے کا ساتواں حصہ ایک بکری کے برابر ہے۔"

([1]الشرح القدیم للہیتمی) ([2]1)

لڑکے کی طرف سے دو بکرے اور لڑکی کی طرف سے ایک بکرا کرنا چاہیے:

عن عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ قال سئل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن العقیقۃ، قال: لااحب العقوق وکانہ کرہ الاسم، فقالوا یا رسول اللہ انما نسئلک عن احدنا یولد لہ، قال من احب منکم ان ینسک عن ولدہ فلیفعل عن الغلام شاتان مکافئتان وعن الجاریۃ شاۃ۔

(رواہ احمد 2/82 وابوداؤد 2/547، والنسائی 7/162 (رواہ احمد 2/182 وابوداؤد 2/547، والنسائی 7/162 (منتقی الاخبار، بیہقی 9/300، مصنف عبدالرزاق 4/330

"عمرو بن شعیب اپنے والد اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عقیقہ کے متعلق پوچھا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں عقوق کو پسند نہیں کرتا، گویا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس نام کو ناپسند کیا۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کی اے اللہ کے رسول! ہم تو آپ سے اس بچے کے متعلق پوچھتے ہیں جو کسی کے ہاں متولد ہو آپ نے فرمایا: جس کے ہاں بچہ پیدا ہو اور وہ اپنے بچے کی طرف سے ذبح کرنا چاہے تو وہ لڑکے کی طرف سے دو بکریاں برابر کی اور لڑکی کی طرف سے ایک بکری ذبح کرے۔ (احمد، ابوداؤد، نسائی۔ منتقی الاخبار)

وعن ابن عباس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عق عن الحسن والحسین کبشا کبشا۔ رواہ ابوداؤد والنسائی وقال کبشین (کذا فی منتقی الاخبار 2/312) بیہقی 9/302، ترمذی البانی 2/93، ابوداؤد 2/547، فی نسائی، کبشین کبشین وہو: اصح

"حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حسن اور حسین (رضی اللہ عنہما) کی طرف سے ایک ایک مینڈھا (بطور عقیقہ کے) ذبح کیا"۔ ([3]) (ابوداؤد) اور نسائی نے کہا: دو دو مینڈھے (ذبح کئے) (منتقی الاخبار)

اور عقیقہ کے جانور کے تمام احکام قربانی کے مثل ہیں، کیونکہ حدیث کی رو سے دونوں کے مابین کوئی فرق ثابت نہیں ہوتا مگر جن عیوب سے قربانی کے جانور کا مبرا ہونا ضروری ہے (جس کی تفصیل گزر چکی ہے) ان سے عقیقہ کے جانور کا مبرا ہونا ضروری نہیں کیونکہ یہ کسی حدیث سے ثابت نہیں ہوتا۔

الثانی یشترط فیہا مایشترط فی الأضحیۃ وفیہ وجہان للشافعیۃ فقد استدل باطلاق الشاتین علی عدم الاشتراط وہو الحق لکن لا لہذا الاطلاق بل لعدم ورود ما یدل ہہنا علی تلک الشروط والعیوب المذکورۃ فی الاضحیۃ وہی احکام شرعیۃ لاتثبت بدون دلیل۔ (نیل اوطار 5/146)

"دوسرا مسئلہ یہ کہ اس (عقیقہ) کی وہی شروط ہیں جو قربانی میں پائی جاتی ہیں اور اس مسئلہ میں شافعیہ کے دو قول ہیں اور دو بکریوں کے اطلاق سے شروط کے معدوم ہونے پر استدلال کیا گیا ہے جو کہ صحیح مذہب ہے لیکن یہ استدلال اطلاق کی وجہ سے نہیں بلکہ عدم دلیل کی بنا پر ہے جو ان مذکورہ شرائط و عیوب پر دلالت کریں جو قربانی میں پائی جاتی ہیں"۔ (نیل الاوطار)

عقیقہ کے گوشت کا حکم:

عقیقہ کے گوشت کا حکم قربانی جیسا ہے یعنی کرنے والا خود کھائے اور دوسروں کو کھلائے، یہ جو مشہور ہے کہ باپ عقیقہ کا گوشت نہ کھائے بالکل بے اصل ہے۔ اسی طرح عقیقہ سے دائیہ کو مروجہ طریق پر دینا ضروری نہیں لیکن اگر وہ محتاجوں کے زمرہ میں آتی ہو تو مستحق ہوگی، چنانچہ اس بارے میں شاہ عبدالعزیز صاحب رحمہ اللہ کا فتویٰ بھی ایسا ہی صادر ہوچکا ہے۔ نیز لڑکے کا سر منڈانا اس کے بالوں کے برابر چاندی وزن کرکے خیرات کرنا اور اس روز نام رکھنا بھی سنت ہے اور لوازماتِ عقیقہ سے ہے، جیسا کہ منتقی میں ہے:

(وعن أبو رافع، أن الحسن حین ولد أرادت فاطمۃ أن تعق عنہ بکبشین، فقال عَلَیکُم: لا تعقی عنہ ولکن احلقی شعر رأسہ فتصدقی بوزنہ من الورق۔ ثم ولد حسین فصنعت مثل ذلک۔ (رواہ احمد کذا فی منتقی الاخبار) (نیل الاوطار 5/144

"حضرت ابو رافع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے تو ان کی والدہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے ان کی طرف سے دو مینڈھوں کے عقیقہ کرنے کا ارادہ کیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کی طرف سے عقیقہ نہ کرو لیکن اس کا سر منڈواؤ اور اس کے بالوں کے برابر چاندی صدقہ کرو پھر حضرت حسین رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے تو انہوں نے وہی عمل دہرایا۔"

اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے عقیقہ کرنے سے جو منع فرمایا تھا وہ اس لئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا عقیقہ کر دیا تھا، جیسا کہ گزشتہ حدیث میں گزر چکا ہے۔

(قولہ "لا تعقی عنہ" قیل یحمل ہذا علی انہ قد کان صلی اللہ علیہ وسلم عق عنہ وہذا متعین لما قدمنا فی روایۃ الترمذی والحاکم عن علی رضی اللہ عنہ (نیل الاوطار 5/145

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمانا کہ اس کا عقیقہ نہ کرو یہ اس پر محمول ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا عقیقہ خود کر دیا تھا اور یہ تطبیق ترمذی اور حاکم کی حضرت علی رضی اللہ عنہ کی روایت سے کی گئی ہے۔"

(عن عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم امر بتسمیۃ المولود یوم سابعہ ووضع الاذی عنہ والعق۔ رواہ الترمذی وقال: حدیث حسن غریب (نیل الاوطار 5/143، منتقیٰ 2/312

"حضرت عمرو بن شعیب اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ساتویں روز نومولود کے نام رکھنے، سر منڈانے اور عقیقہ کرنے کا حکم دیا۔"

اور عقیقہ کی مناسبت سے یہ بھی ہے کہ بچہ پیدا ہونے کے روز داہنے کان میں اذان کہنی چاہیے اس میں لڑکی اور لڑکے کا ایک حکم ہے۔

عن ابی رافع قال: رأیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم أذن فی أذن الحسن حین ولدتہ فاطمۃ بالصلاۃ۔ رواہ احمد وکذلک ابوداؤد والترمذی وصححہ، وقالا: الحسن

(کذا فی منتقی الاخبار 2/313، مسند احمد 6/8 مصابیح السنۃ 3/146، ابوداؤد کتاب الادب حدیث 333 ترمذی البانی حسن صحیح 2/97 بیہقی 9/305، مصنف عبد الرزاق 4/336)

(قد حررہ ابو خیر محمد یٰسین الرحیم آبادی ثم العظیم آبادی عفی عنہ۔ (درشان محمد یٰسین نازل شدہ جبلپوری

اسمائے گرامی مؤیدین علماء کرام:

محمد عبید اللہ 1291ھ

فقیر محمد عبد الحق 1295ھ

الجواب صحیح، حمید اللہ عفی عنہ مدرس مدرسہ مطبع العلوم میرٹھ۔

الجواب صحیح، محمد طاہر سلہٹی۔

محمد عبید اللہ، مصنف تحفۃ الہند۔

عقیقہ سنت ہے اگرچہ کیفیت وکمیت میں سہولت ہے۔ امیر احمد پشاوری

الجواب صحیح۔ ابو القاسم محمد عبد الرحمٰن۔

یہ جواب صحیح ہے۔ حررہ ابو علی محمد عبد الرحمٰن الاعظم گڑھی المبارکفوری۔

الجواب صحیح والمجیب نجیح حررہ ابو عبد اللہ فقیر اللہ متوطن ضلع شاہپور پنجاب

مجیب صاحب نے جواب محققانہ دیا ہے اور بہت صحیح ہے لیکن یہ ضرور یاد رکھیں کہ عوام الناس بلکہ بعض خاص میں بھی یہ مشہور ہے کہ لڑکے کے لئے نر اور لڑکی کے لئے مادہ چاہئے تو یہ قطعا غلط اور بے اصل ہے۔ حدیث شریف میں ہے خواہ نر ہو یا مادہ کوئی مضائقہ نہیں ہے۔

(قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ولا یضر کم ذکرانا او اناثا۔ کذا فی ابی داود والترمذی والنسائی والمشکاۃ وغیرہا وکذا فی الشروح الجبار مثل فتح الباری وغیرہ (ترمذی 2/92 ارواء الغلیل 4/391، مشکوٰۃ البانی 2/1208

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہارے لئے کوئی حرج نہیں خواہ نر ہو یا مادہ۔" (ابوداود، ترمذی وغیرہ)

"اور اذان کا حکم یہ ہے کہ داہنے کان میں اذان اور بائیں میں اقامت کہنی چاہیے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مولود اُم الصبیان (ایک بیماری ہے جس سے غشی کے دورے پڑتے ہیں) سے محفوظ رہے گا۔

فی مسند ابی یعلی الموصلی عن الحسین رضی اللہ عنہ مرفوعا من ولدلہ ([4]) ولد فاذن فی اذنہ الیمنی واقام فی اذنہ یسری لم تضرہ ام الصبیان ([5]) رواہ فی جامع الصغیر وکذا فی المرقاۃ وفی شروع السنۃ: ان عمر بن عبد العزیز کان یؤذن فی الیمنی ویقیم فی الیسری اذا ولد الصبی۔ انتہی

"مسند ابو یعلی الموصلی میں حضرت حسین رضی اللہ عنہ سے مرفوعا روایت ہے کہ جس کے ہاں بچہ پیدا ہو وہ اس کے دائیں کان میں اذان کہے اور بائیں میں اقامت تو اس بچہ کو ام الصبیان (بیماری) نقصان نہیں دے گی۔ نیز شرح السنۃ میں ہے کہ حضرت ([6]) عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ نومولود کے دائیں کان میں اذان اور بائیں میں اقامت کہتے تھے۔" (شرح السنۃ 11/273

عقیقه ساتویں روز کرنا ہی سنت ہے جس طرح سے حضرت سمرة رضی اللہ عنہ کی روایت سے ظاہر ہوتا ہے جبکہ ساتویں، چودھویں اور اکیسویں روز عقیقہ والی حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ کی روایت ضعیف ہے اور اس کے ضعف کا سبب اسماعیل بن مسلم المکی ہے جس کے بارے میں صاحب بلوغ الامانی نے کہا ہے: وہو ضعیف لکثرۃ غلطہ ووہمہ۔ کہ وہ اپنے کثرتِ اغلاط واوھام کی بنا پر ضعیف ہے۔ (بلوغ الامانی من اسرار الفتح الربانی، ج 13 ص 129) (خلیق[1]

(الف) عقیقہ میں قربانی کی طرح حصے نہیں ہوسکتے:[2]

عقیقہ کو قربانی پر قیاس کرتے ہوئے اونٹ اور گائے میں اشتراک کرنا مشروع نہیں ہے، کیونکہ ان دونوں میں ایک اہم فرق ہے وہ یہ کہ:

عقیقہ میں خاص بچے کی طرف سے خون بہایا جاتا ہے جو کہ اصل مقصود ہے اور یہی چیز قربانی میں اشتراک سے مانع ہے، جبکہ ایک قربانی خواہ ایک بکری ہو تمام گھر والوں کی طرف سے کفایت کرتی ہے۔ اسی سے متعلق حافظ ابن القیم رحمۃ اللہ علیہ رقمطراز ہیں:

(ولکن سنۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم احق واولی ان تتبع وہوالذی شرع الاشتراک فی الھدایا، وشرع فی العقیقۃ عن الغلام دمین مستقلین لایقوم مقامھما جزور ولا بقرۃ (تحفۃ المودود باحکام المولود ص 57

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہی حقیقت میں اس لائق اور استحقاق رکھتی ہے کہ اس کی اتباع کی جائے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی نے قربانی میں اشتراک (حصوں) کو مشروع قرار دیا ہے۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی نے عقیقہ میں بچے کی طرف سے دو مستقل خون بہانے مقرر فرمائے ہیں۔ اونٹ اور گائے ان دونوں کے قائم مقام نہیں ہوسکتے۔

(ب) عقیقہ میں صرف دو بکرے یا بکریاں ہی سنت ہیں:

عقیقہ میں سنت کے مطابق "عن الغلام شاتان مکافئتان وعن الجاریۃ شاۃ" بچے کی طرف سے دو بکریاں اور بچی کی طرف سے ایک بکری ذبح کرنی چاہیے۔ دوسرے جانور مثلاً اونٹ گائے وغیرہ کرنا ثابت نہیں ہے، بلکہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے اس پر ناگواری کا اظہار فرمایا تھا۔ جیسا کہ "ارواء" میں ہے: نفس لعبد الرحمن بن ابی بکر غلام فقیل لعائشۃ، یا ام المومنین عقی عنہ جزورا، فقالت، معاذ اللہ، ولکن ما قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: شاتان مکافئتان (ارواء الغلیل ج 4 ص 390، وقال الالبانی اسنادہ حسن

کہ حضرت عبد الرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ عنہ کے ہاں بیٹا پیدا ہوا تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہا گیا اے ام المؤمنین اس کی طرف سے اونٹ کا عقیقہ کردیجئے! تو آپ نے فرمایا: اللہ کی پناہ! جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے (وہ کروں گی) دو بکریاں برابر۔ (خلیق

(اس حدیث میں دلیل ہے کہ لڑکے کی جانب سے ایک ہی جانور پر اکتفا جائز ہے اور دو کی تعداد شرط نہیں بلکہ استحبابی ہے۔ (تحفۃ الاحوذی 5/87) (خلیق[3]

یہ روایت ضعیف ہے بلکہ موضوع ہے۔ اس سند میں جبارہ بن مغلس ضعیف ہے اور یحییٰ بن العلاء متہم بالوضع اور طلحہ بن عبید اللہ مجہول ہے۔ مسند ابی یعلی 12/150، تحقیق مولانا ارشاد الحق اثری[4]

درست بات اَذّن فی اَذن الحسن بن علی حین ولدتہ فاطمۃ بالصلاۃ رافع عن ابیہ۔

(مزید (مسند احمد 12/151، مصابیح 13-146، ابوداوَد ادب 5/333، ترمذی احمد شاکر 4/97، مسند احمد 6/9، شرح السنہ 11/273، مصنف عبد الرزاق 4/336، مشکوٰۃ البانی 2/1209)۔۔۔ (جاوید

(اسے صاحب التلخیص الجبیر حافظ ابن حجر العسقلانی نے بھی اسے درج کیا ہے اور اس پر کلام نہیں کیا۔ بحوالہ منہاج المسلم، مرتب: للشیخ الجزائری۔ (خلیق[5]

(عبید اللہ بن ابی رافع عن ابیہ قال: رأیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اَذن فی اُذن الحسن بن علی رضی اللہ عنہ بالصلاۃ حین ولدتہ فاطمۃ۔۔۔ (مصنف عبد الرزاق 4/336[6]

ھذا ما عندي واللہ أعلم بالصواب

فتاویٰ نواب محمد صدیق حسن

صفحہ: 114

محدث فتویٰ